پاکستان میں نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل کی حکمتِ عملی

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی

(۲)

معلم تعلیمی پالیسی کی باگیں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوں جو اسلامی ذہن رکھتے ہوں۔ اسلامی نظامِ تعلیم کو جانتے ہوں اور اسے قائم کرنا چاہتے ہوں۔ اس قسم کے معلموں کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

نظامِ تعلیم میں تربیت اساتذہ کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ نصابِ تعلیم جس نوعیت کا بھی ہو، اگر پڑھانے والا مسلمان ہو اور خوبیوں کا مالک ہو تو وہ اس کو صحیح سمت میں ڈال سکتا ہے۔ استاد کی ذات اور اس کا کردار کسی بھی نظامِ تعلیم میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر نظامِ تعلیم بگڑے ہوئے اخلاق اور عقیدے کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو ان کے ہاتھوں جو نسل پروان چڑھے گی، اس سے کوئی اچھی توقعات وابستہ کرنا تاریک رات میں کسی تاریک کمرے کے اندر ایک کالی بلی کی تلاش کے مترادف ہے۔[1]

اسلامی نظامِ تعلیم قائم کرنے کے لیے معلمین کو پڑھائی کا اسلوب بدلنا ہو گا۔ استاد صرف اس لیے نہیں کہ طلباء کو مصروف کار رکھے یا صرف وقت گزار کے تنخواہ وصول کرے، بلکہ وہ اپنے شاگردوں کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں پڑھائے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ استاد کا وظیفہ گویا کہ نبوت

---

[1] محمد حسین: سید مودودیؒ کے تعلیمی نظریات۔ مودودی تعلیمات ص ۱۶۳

کی ذمہ داریوں میں جزوی طور پر حصہ لینا ہے۔[1]

اسلامی تربیت کا پہلا وسیلہ معلّم کا کردار ہے اور نصیحت کا عمل کردار کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی بچوں کو جن اُمور کی تربیت دینی مقصود ہو معلّم اُن کا عملی نمونہ پیش کرے۔ پرائمری سے یونیورسٹی کی سطح تک تمام تعلیمی اداروں میں اسلامی روح جاری و ساری کرنے کے لیے اساتذہ کرام کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔ طلباء کے دل از خود ان کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

ہر مسلمان معلّم ایک داعی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی دعوت طالب علموں کے سامنے کلاس کے اندر پیش کرے، اور جب طلبا اُستاد کو اسلامی اخلاق کا ایک چلتا پھرتا نمونہ دیکھیں گے تو وہ خود اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں گے۔[2]

اگر اُستاد شاگرد کو پابندیٔ وقت کا سبق دے اور خود اس کا عملی مظاہرہ کرے تو طلبہ پر ضرور اس کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ خود دیر سے آنے کا عادی ہو اور طلبہ کو وقت پر آنے کا درس دیتا ہے تو ایسا اُستاد شاگردوں کو متاثر کرنا تو درکنار خود کو ان کی نظروں میں گراتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء بھی بے قاعدگی میں اپنے استاد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔[3]

مدرسوں اور کالجوں کے لیے معلّمین و معلّمات کے انتخاب میں ان کی سیرت و کردار اور دینی حالت کو ان کی تعلیمی قابلیت سے زیادہ اہمیت دینی چاہیے۔ اُن کے انتخاب کے لیے (آئی۔ایس۔ایس۔بی) کے طرز پر دیندار ماہرین تعلیم کا ایک بورڈ ہونا چاہیے جو اُمیدوار کو ہفتہ عشرہ اپنے پاس رکھے۔ اُس کی نشست و برخاست، کھانے پینے کے انداز، دینداری اور تدریسی قابلیت پر کڑی نظر

---

[1] پروفیسر خورشید احمد۔ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، مطبوعہ ـــــ تنظیم اساتذہ پاکستان لاہور ۱۹۷۸ء ص ۴۷

[2] محمد قطب موجودہ نظامِ تعلیم سے اسلامی نظامِ تعلیم کی طرف۔ مجموعہ تقاریر نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید کل پاکستان تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۸ء۔ لاہور

[3] اسلامی نظامِ تعلیم۔ ص ۳۶

رکھے۔ ساتھ یہ بھی دیکھے کہ تعلیم کے ساتھ ان کا دلی لگاؤ ہے یا نہیں، اور پھر وہ اس کو ایک مقدس پیشہ بھی سمجھتے ہیں یا نہیں۔

اس سلسلے میں ایک عملی مثال پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ۱۹۱۳ء میں صاحبزادہ عبدالقیوم خاں نے اسلامیہ کالج قائم کیا تو اس کے لیے اساتذہ کا طریقۂ انتخاب یہی تھا۔ وہ اُمیدواروں کو پہلے اپنے پاس یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ رکھتے، وہ اُن پر کڑی نظر رکھتے، کلاس میں ان کی تدریسی قابلیت کو جانچتے اور دس پندرہ دن کے بعد وہ اُستاد کا انتخاب عمل میں لاتے۔ یہی طریقہ آج کل بھی اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک حقیقی اُستاد ایک مشنری ہوتا ہے۔ وہ محض روزی کمانے کے لیے دوسروں کے کاموں کی طرح استادی کا کام نہیں کرتا۔ حقیقی اُستاد کی زندگی کا یہ مشن ہوتا ہے کہ جو تہذیب، عقائد، افکار، عبادات اور خصائل اس کو اپنے اسلاف سے ملے ہیں وہ اُن کو آگے آنے والی نسل تک صحیح شکل میں پوری دیانت داری کے ساتھ منتقل کرے تاکہ نئی نسل اُس راستے پر آگے بڑھے جس پر اس امت کا آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ معلمی ایک مشن ہے اور اگر کوئی معلم اس کو دینی جذبے کے ساتھ نہیں کرتا تو وہ "ملازم ہے، معلم نہیں ہے"۔[۱]

ہماری درس گاہوں میں اسلامی تعلیم کے لیے غیر مسلم اساتذہ کو ذریعہ بنانا ناقابل تصور ہے۔ ان سے یہ اُمید رکھنا کہ وہ اسلامی طرز پر طلبا کی پرورش کریں گے "کریلے کی بیل سے خوشۂ انگور کی اُمید رکھنا ہے"۔ بعض دوسرے دائروں میں ان سے خدمات لی جاسکتی ہیں، مگر تعلیم جیسے بنیادی نظام میں نہیں۔

محض دینیات کے لیے چند مولوی مدرسینِ دینیات کا تقرر بالکل بے فائدہ ثابت ہوگا جبکہ دوسرے مضامین کے پڑھانے والے غیر مسلم ہوں۔ وہ ضرور زندگی اور اُس کے مسائل اور معاملات کے متعلق طلبا کے نظریات اور تصورات کو اسلام کے مرکز سے پھیر دیں گے۔ اس زہر کا تریاق محض دینیات کی تدریس سے فراہم نہ ہوسکے گا۔ بنگال میں ہندو اور افغانستان میں کمیونسٹ

---

[۱] مودودی، معمارِ حرم باز بہ تعمیرِ جہاں خیز، مشمولہ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید، ص ۱۰۹،۸۔

اساتذہ کے کردار سے جو نتیجے سامنے آتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں - اس قسم کی حالت آج کل سندھ میں بھی ہے - جہاں درس گاہوں میں ہندو اساتذہ کام کرتے ہیں اور سندھ میں جو غیر اسلامی تحریک چل رہی ہے وہ غالباً اُن اساتذہ ہی کی مرہونِ منت ہے یا کم سے کم ان کا اس میں خاصا مؤثر حصہ ضرور ہے۔

مخصوص حالات میں کسی غیر مسلم ماہر فن کی خدمات لی جا سکتی ہیں بشرطیکہ مجموعی ماحول اور اسٹاف کا کردار مضبوط اور صحت مند ہو۔ لیکن عام حالات میں یہ صورت مناسب نہیں - خاص طور پر موجودہ مرحلے میں ہماری درس گاہوں کے اساتذہ ایسے لوگ ہوں جن کی زندگی اسلامی ثقافت کے رنگ کی مظہر ہو۔ ایسے اساتذہ تلاش کیے جائیں جو علوم جدیدہ میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث میں بھی بصیرت رکھتے ہوں[1]۔

اساتذہ کی کثیر تعداد کا مطالعہ نہایت محدود ہوتا ہے اُن کی توجہ طلباء کی ذہنی نشوونما اور اُن کی کردار سازی کی طرف جاتی ہی نہیں ۔

اساتذہ کی کثیر تعداد زندگی کے دوسرے میدانوں میں ناکام ہو کر بادلِ نخواستہ معلمی کا پیشہ اختیار کرتی ہے - ان کو اس پیشے کی عظمت کا کوئی احساس نہیں ہوتا وہ صرف اس کو روزی کمانے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جائے جن کا مطالعہ وسیع ہو اور تجربے اور اعلیٰ کردار کے مالک ہوں[2]

اس سلسلے میں تجویز یہ ہے کہ یونیورسٹی سطح پر پڑھانے والا استاد ضرور پی - ایچ - ڈی ہو - اس کے ساتھ ساتھ پرائمری سے لے کر کالج کی سطح تک اساتذہ کی تنخواہ اُن کی تعلیمی قابلیت (یعنی ڈگری) نہ کہ عہدے کے مطابق مقرر ہو - ایک ایم - اے کی ڈگری رکھنے والا استاد اگر پرائمری سکول میں بھی پڑھائے تو اُس کو اس دوسرے ایم اے کی ڈگری رکھنے والے استاد کے برابر تنخواہ ملنی چاہیے جو

---

۱ تنقیحات ص ۲۹۲

۲ مسز شہناز، اسلام میں علم کی اہمیت اور ہماری تعلیمی حالت - پہلیک ، ملتان عدد نمبر ۱۶۸

کالج یا ہائی اسکول میں پڑھاتا ہو۔ یہ طریقہ مصر میں رائج ہے۔ مخلوط طریقِ تعلیم کو ختم کرنا ہوگا، اور طلبا اور طالبات کے لیے الگ الگ درس گاہیں بنانی ہوں گی۔

ذرائع ابلاغ | احیائے اسلام اور اصلاحِ معاشرہ ممکن ہی نہیں ہے جب تک ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ کے پروگراموں میں انقلابی تبدیلی نہ ہو اور شیطانی تعلیم اور تربیت کے ان کے مراکز سے بے راہ روی اور عریانی کی اشاعت بند نہ ہو۔ اسلامی نظام میں ریڈیو، ٹی۔وی اور فلموں کے پروگرام مغربی ممالک سے بالکل مختلف ہونے چاہییں۔ ان اداروں کو چاہیے کہ نظریۂ اسلام اور تعلیماتِ اسلام کے مبلغ بنیں۔ اگرچہ ہر ایک کا طریقِ کار مختلف ہوگا لیکن انتہائی مؤثر ہوگا۔[1]

"پچھلے دنوں ریڈیو، ٹیلی وژن اور اخبارات میں علاقائی ثقافت کا راگ اس طرح الاپا گیا کہ ہماری مسلم ثقافت، جس کے تحفظ و بقا اور تعمیر و ترویج کے لیے یہ ملک ہزاروں قربانیوں کے بعد قائم کیا گیا، شور و غوغا میں دب کر رہ گئی، حتیٰ کہ بعض نکتہ وروں نے کسی مسلم یا پاکستانی ثقافت کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ اُن کے خیال میں پاکستان مختلف ثقافتوں کا گہوارہ ہے، جس کی اب تک کوئی اکائی قائم نہ ہوسکی"۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر ان میں کچھ وجہِ اشتراک پیدا ہوجائے اور وہ ایک دوسرے کے قریب آجائیں۔ بعض اربابِ سیاست ذرا اس سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کئی قوموں کا مسکن ہے، جن کے مسائل اور مفادات جدا جدا ہیں، اس لیے ان میں سے ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے آزاد ہو۔"[2]

ایک عجیب بات ہے کہ ثقافت کے ان علمبرداروں کو ہندوستان اور روس جیسے مختلف النسل مختلف المذہب ملکوں میں تو ثقافتی یک جہتی نظر آتی ہے مگر پاکستان میں مشترکہ ثقافت کے عوامل مصنوعی دکھائی دیتے ہیں۔ رُوس یا دوسرے اشتراکی ملکوں میں جو ثقافتی اکائی پیدا ہوتی ہے یا ہو رہی ہے، اس کی پشت پر حکومت کی فوجی طاقت اور ابلاغِ عامہ کے ذریعے لوگوں کی ذہنی تطہیر (BRAIN WASHING) کا مسلسل عمل ہے۔

---

۱ محمد انور قریشی - اصلاحِ معاشرہ کیسے ہو؟ لاہور

۲ ڈاکٹر عبدالعزیز - ہماری اعلیٰ تعلیم اور ادب - مطبوعہ عزمِ نو ص ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴۔

جب ایک خاص قسم کا نشری پروگرام مدت تک جاری رہتا ہے تو سامعین اور ناظرین پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذہن بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جو ان پروگراموں کے پروپیگنڈے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ مزاج میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہی باتیں جنہیں عقلاً یا اُن کے سیاسی سیاق میں صحیح نہیں سمجھا جاتا، حق معلوم ہونے لگتی ہیں اور علاقائی علمبرداروں کو اپنے مطلوبہ مقاصد میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔ اس اصول کے مطابق اگر ان ذرائع سے اسلامی اقدار کے احیاء اور ان کی توضیح و تشریح کا کام لیا جاتا تو اس پر اشتراکیت کے نقیبوں کے لیے بھی اصولاً اعتراض کی گنجائش نہ تھی اس لیے کہ ملک کی نظریاتی اساس کو مستحکم کرنا اس کا بنیادی حق تھا۔[1] لیکن یہاں یہ حال ہے کہ " اسلام کے بارے میں اکثر پروگرام محض خانہ پُری کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً کراچی ٹیلی ویژن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ایک دس منٹ کا پروگرام ربیع الاول میں نشر ہوا جو اس قدر مشہور و مقبول ہوا کہ اس کے جاری رکھنے کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔

ایک نظریاتی مملکت کے نمائندہ ادارہ ہونے کی حیثیت سے پاکستان ٹیلی ویژن کو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے تھا۔ لیکن یہ مسئلہ عدالت میں گیا اور ٹی۔وی والوں کو عدالتی فیصلے کے مطابق اس پروگرام کو بند کرنے کا موقع مل گیا۔ ٹی۔وی پر یہ دس منٹ کا وقت بھاری گذرا لیکن لوک رنگ، لوک رقص، گیت، اخلاق سوز انگریزی فلموں اور رقص و موسیقی کے دوسرے پروگراموں کے لیے وقت کی کمی کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا۔

ثقافت پر عالمانہ بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور ساتھ ساتھ عالم لوہار کا چمٹا اور سلیمان شاہ کے گھنگرو بھی بجتے رہے۔ یہ سلسلہ مہینوں جاری رہا اور ثقافت پروان چڑھتی رہی۔ ان مباحث کا اثر نوجوانوں پر زیادہ پڑتا ہے۔ یقیناً ثقافت کی ان اُلجھی ہوئی باتوں نے اُن کے ذہنوں کو اور اُلجھا دیا ہوگا۔ اور اُن کی بے یقینی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہوگی۔[2]

---

[1] ڈاکٹر سید عبدالعزیز۔ ہماری اعلیٰ تعلیم اور رہیم۔ مطبوعہ سرزم تو، ص ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴۔ [2] ایضاً

ایک دوسری روایت کے مطابق " ٹی۔وی اپنی پوری عشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ وہ وقت جو مطالعہ میں صرف ہونا چاہیے وہ اس کی نذر ہو جاتا ہے۔ والدین ٹی۔وی اور دیگر ذرائع تفریح پر روپے پیسے کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اور اولاد والدین کے شانہ بشانہ بیٹھ کر ریڈیو سے فلمی گانے سنتے ہیں، ٹی۔وی دیکھتے ہیں، سینما دیکھتے ہیں۔ فیشن پرستی اور بداخلاقی کے جراثیم ان میں پوری طرح سرایت کر جاتے ہیں۔ پیسہ لٹایا جاتا ہے، وقت برباد کیا جاتا ہے۔ شرم و حیا اور اعلیٰ اخلاق کی اقدار ریزہ ریزہ کی جاتی ہیں[۱]

یونیورسٹیوں میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ٹی۔وی، فلموں وغیرہ پر جو اسلوب اختیار کیا گیا۔ ان دونوں کا ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے۔ دونوں صورتوں میں ان کا ہدف نوجوان ہیں۔ اس لیے دونوں کو ایک دوسرے کا تکملہ سمجھنا چاہیے جو ساری قوم کو ایک غلط راستے پر لے جانے میں ایک دوسرے کو سہارا دے رہے ہیں۔ ٹی۔وی نے آج کل نئے سیاسی حالات کے پیش نظر وقتی طور پر اسلام کی عبا پہن لی ہے جو خدا کرے روز مرّہ کا معمول بن جائے[۲] ریڈیو، اخبار، رسالے، ٹیلی ویژن اور فلم وغیرہ .... ذرائع کے محاسبہ کے لیے ایک اعلیٰ کمیٹی تشکیل دی جائے جس میں اسلامی نظریاتی کونسل، اوقاف اور دینی اداروں کے علماء بھی شامل ہوں۔

مغربی تہذیب کی عشق بازی، جوا، مار دھاڑ، عشق کے دیوانوں کے گانے، جذبات کو ابھارنے والی حرکات، فلموں، ڈراموں اور اشتہاروں کو دکھانا بند کیا جائے۔ گانا سنانے سے قبل اس کو روح کی تسکین اور تقویت کا ذریعہ قرار دینا اور ایسے الفاظ میں تعارف کرانا صریحاً بے دینی کی اشاعت اور غلط بیانی ہے۔

اسلام میں شادی سے قبل ملنا جلنا اور عشق بازی کی اجازت نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ ہمارا ملکی رواج ہے۔ پھر محبت کے جھوٹے اور خیالی افسانے اور ڈرامے دکھا کر پاکستان کے مسلمانوں کی عملی زندگی کا غلط اور جھوٹا نقشہ کیوں پیش کیا جاتا ہے اور قوم کو غلط راہ پر کیوں گامزن کیا جاتا ہے۔ بڑی کوٹھیوں

---

[۱] اسلام میں علم کی اہمیت اور ہماری تعلیمی حالت۔ (مذکورۃ الصدر)

[۲] ڈاکٹر عبدالعزیز۔ ہماری تعلیمی حالت اور ہم۔ مطبوعہ عزم نو ص ۳۶۶

کی ٹھاٹھ باٹھ، نمائش اور فضول خرچی دکھا کر عوام کے دلوں میں بے چینی کیوں پیدا کی جاتی ہے جب کہ مُلکی زندگی میں ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ عام گھروں کی سادہ اور خوش حال زندگی کیوں نہیں کی جاتی جس میں عبادت، دیانت اور سخاوت کی مثالیں ہوں[۱]۔

اخبارات اور جرائد پر کڑی نظر رکھنی ہوگی۔ اس قسم کے جرائد بند کرنے ہوں گے جن میں مخالفِ اسلام مواد موجود ہو یا جن کے سرورق پر عریاں تصویریں ہوں۔

اسی طرح ایسی اشیاء کی درآمد پر بھی پابندی ہونی چاہیے جن پر اخلاق سوز تصویریں ہوں، مثلاً آجکل میک اپ کے سامان پر جس قسم کی ننگی تصویریں نظر آتی ہیں۔ ان کا سدِّباب کرنا ہوگا۔

اپنے کارخانوں میں تیار کیے جانے والے مال پر بھی کڑی نظر رکھنی ہوگی۔ مختلف ڈبوں، صابن اور دوسری اشیاء کے کاغذ پر عورت کی طرح طرح کی تصاویر، غرض جہاں جہاں اور جس جس طریقے سے بھی مخالفینِ اسلام ہماری نسل کے اخلاق بگاڑنے کی کوشش کر رہے ہوں اس کا تدارک کرنا ضروری ہوگا۔

یہ وہ مختلف تدابیر ہیں جن کو اختیار کرنے سے موجودہ نظامِ تعلیم کو اسلامی نظامِ تعلیم کے قالب میں ڈھالنے کا کام شروع ہو سکتا ہے اور کچھ مدت میں مطلوبہ نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ارباب کار اور خاص طور پر اساتذہ خدا پر بھروسہ کر کے خلوصِ دل اور ایک عزمِ جواں کے ساتھ اس کا آغاز کریں۔ واللہ اعلم بالصواب وما علینا الا البلاغ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ تاریخ: ۸۰-۱۰-۱۹

ضمیمہ نمبر ا: جناب سید سلیمان ندوی نے اپنے مضمون "مسلمانوں کی آئندہ تعلیم" مطبوعہ سوزمِ نو میں اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی پر کافی توجہ دینی چاہیے۔ ان کو دوسرے ممالک پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ دوا کی گولی سے لے کر بین اعظمی میزائیلوں تک اپنے ملک میں تیار کرنا چاہیے۔ غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں ان کی کمزوری گناہ کے مترادف ہوگی بقول مولانا شمس الحق افغانی اگر دشمن کے پاس ایک سو جنگی جہاز ہوں اور ہمارے ۹۹، تو قیامت کے دن خدا ہم سے پوچھے گا کہ ہمارے پاس ایک جہاز کیوں کم تھا۔ اس لحاظ سے آج کل کے زمانے میں ایٹم بم

---

[۱] اصلاح معاشرہ کیسے ہو؟ ص ۲۳

سے لے کر ہائیڈروجن بم تک مسلمانوں کے پاس ہونے چاہئیں۔ ایرو ناٹکس میں بھی مسلمان اگر اپنے دشمنوں سے پیچھے رہے تو آیت "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل" کی روشنی میں گنہگار رہوں گے اس لیے نظام کی اسلامی تشکیل میں اس بات کو سرفہرست رکھنا ہوگا۔

ضمیمہ نمبر 2: نظامِ تعلیم کے سلسلے میں قدیم وجدید کا امتزاج پیدا کرنے کے لیے گذشتہ تقریباً ۳۰ سال سے اسلامیہ کالج پشاور کی زیرِ سرپرستی ایک سنٹرل طبیہ کالج کام کر رہا ہے۔ گریجویشن کرنے کے بعد طلباء کو (B.TR) یعنی بیچلر آف طبیہ کی ڈگری ملتی ہے۔ راقم الحروف اس سنٹرل طبیہ کالج کا فارغ التحصیل ہے۔ میرے خیال میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ہے لیکن اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔

کتابیات

ابوالحسن علی ندوی، علوم اسلامیہ کے سرچشمے۔

ابوعمار زاہد الراشدی اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی خدوخال۔

ابوسلمان شاہ جہاں پوری قومی تعلیم کے چند مسائل۔ ایک تجزیہ۔

ابوالکلام آزاد مسلمانانِ ہند اور گورنمنٹ کی تعلیمی حکمتِ عملی۔

ابوالکلام آزاد عربی نصابِ تعلیم میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت۔

احمد یار حافظ دینی حس کی پرداخت۔ نظامِ تعلیم میں اس کی ضرورت و اہمیت۔

احمد حسین کمال ڈاکٹر اسلام کا نظریۂ علم و نصاب اور برصغیر

آغا خان ڈاکٹر پاکستان میں تدریسِ فارسی و عربی کے لیے چند تجاویز۔

الطاف حسین حالی حالی کا نظریۂ تعلیم۔

الطاف حسین حالی اسلامی مدارس کا نصابِ تعلیم۔

الطاف حسین حالی عصری تعلیم۔

امجد علی شاکر حضرت لاہوری کے تعلیمی نظریات۔

خالد محمود ڈاکٹر	ہمارا نظامِ تعلیم اور اس کی درماندگی
خورشید احمد پروفیسر	نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید۔ مطبوعہ نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید تنظیم اساتذہ پاکستان لاہور ۱۹۶۹ء
سید سلیمان ندوی	مسلمانوں کی آئندہ تعلیم
سعید اللہ قاضی ڈاکٹر و جہاں آرا ایم اے	اسلامی ذہن کیسے پیدا ہو۔ مقالہ جو تنظیمِ اساتذہ کی تعلیمی کانفرنس کوئٹہ منعقدہ جون ۱۹۸۰ء میں پڑھا گیا۔
سعید اللہ قاضی ڈاکٹر و جہاں آرا ایم۔اے	ایک مثالی اُستاد اور شاگرد کا کردار مطبوعہ لوح و قلم۔ ادارہ تعلیم و تحقیق پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۰ء
سید متین ہاشمی	رائج الوقت درس نظامی کا جائزہ اور چند تجاویز
شفیق جالندھری	نظامِ تعلیم میں اسلامی رُوح کیسے پھونکی جائے۔
شہناز انصار مسز	اسلام میں علم کی اہمیت اور ہماری تعلیمی حالت جھلک ملتان عدد نمبر ۱۹۸
صوفی عبدالحمید سواتی	علم کز راہ حق ننماید جہل است
عبدالحمید ہاشمی	مضامین کی نظریاتی تعلیم
عبدالرزاق ڈاکٹر	اسلامی نظامِ تعلیم
عبدالصمد صارم	...... اور تیس سال گزر گئے۔
عبدالعزیز ڈاکٹر	ہماری اعلیٰ تعلیم اور ہم
عبدالعزیز ڈاکٹر	ثانوی تعلیم کا امروز و فردا
عبیداللہ خاں ڈاکٹر	اسلامی نظامِ تعلیم اور انگریزی
محمد ادریس کاندھلوی مولانا	مسئلہ تعلیم
محمد اسحاق مولانا	دینی درس گاہوں کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی عملی تدابیر
محمد اسماعیل بھٹی	معیارِ تعلیم کی پستی
محمد اشرف خان	موجودہ تعلیمی مسائل اور اُن کا حل
محمد انور قریشی	اصلاحِ معاشرہ کیسے ہو، انجمن خدام اسلام، لاہور۔

محمد حسین — سید مودودی کے تعلیمی نظریات ۔ لاہور، ۱۹۷۷ء

محمد خلیل اللہ — اعلیٰ تعلیم میں تسلسل و تبدل

محمد بن سعد الرشید — آج عالم اسلام کی نگاہیں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں۔ مشمولہ نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، لاہور۔ ۱۹۷۹ء

محمد طاسین — اسلامی نظام تعلیم کا مفہوم و مطلب

محمد سعید الرحمٰن علوی — تعلیمی نظام میں وسیع تبدیلیوں کی ضرورت ۔

محمد سلیم سید پروفیسر — بے علم نتواں خدا را شناخت ۔

محمد قطب الاستاذ — موجودہ نظام تعلیم سے اسلامی نظام تعلیم کی طرف ۔ مشمولہ نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، ۱۹۷۹ء

معین الدین ڈاکٹر — قرآن کریم کا نظریۂ علم

محمد یوسف بنوری مولانا — پس چہ باید کرد

مناظر احسن گیلانی سید — مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت

مودودی ابوالاعلیٰ — معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز، نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید، لاہور ۱۹۷۹ء

مودودی ابوالاعلیٰ — تنقیحات

مودودی ابوالاعلیٰ — اسلامی نظام تعلیم، لاہور، ۱۹۷۴ء

ناصر شیرازی — قائداعظم کے تعلیمی افکار

جسٹس نذیر الدین احمد — تعلیم کا مسئلہ حل کیوں نہیں ہوتا ۔

وحید الدین خان — علوم اسلامی کی تدوین

وحید قریشی ڈاکٹر — قرآن کریم کی روشنی میں تعلیم